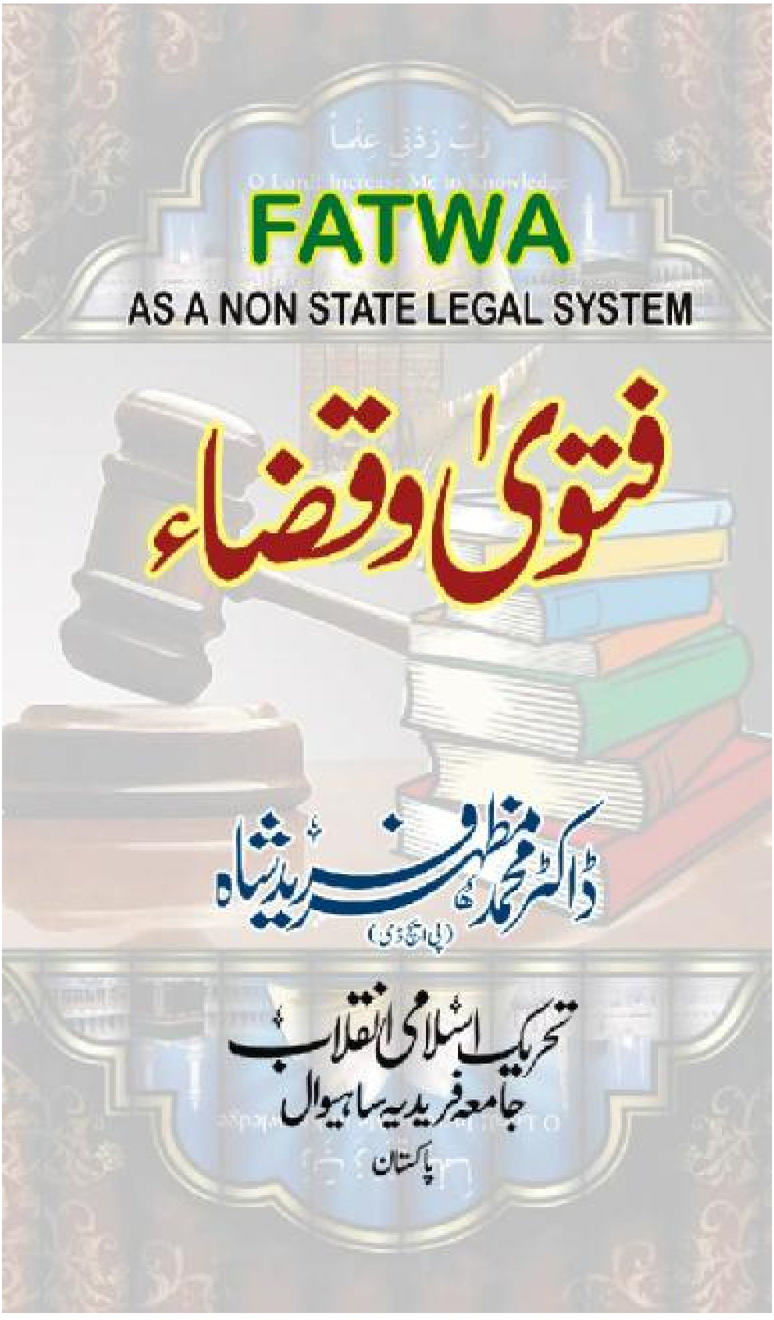

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا
O Lord! Increase Me in Knowledge
FATWA
AS A NON STATE LEGAL SYSTEM
فتویٰ وقضاء
ڈاکٹر محمد مظہر فرید شاہ
(پی ایچ ڈی)
تحریک اسلامی انقلاب
جامعہ فریدیہ ساہیوال
پاکستان

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بہ حق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ------------ فتویٰ وقضاء

مصنف ------------ ڈاکٹر محمد مظہر فرید شاہ (پی ایچ ڈی)

کمپوزنگ ------------ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

معاون کمپوزر ------------ صغیر احمد صفی فریدی، متعلم جامعہ فریدیہ

مطبع ------------ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک ساہیوال

040-4221485

تعداد ------------ ایک ہزار

اشاعت ------------ اپریل 2013ء

فہرست عناوین

نمبر شمار		عنوان	صفحہ نمبر
1	﴿الف﴾	فتویٰ کا تعارف	7
2	1	فتویٰ کا مفہوم	7
3	1.1	لغوی معنی	7
4	1.2	اصطلاحی مفہوم	8
5	1.3	قرآن وسنت میں فتویٰ کے مشتقات کا اِستعمال	8
6	1.4	فتویٰ کی اہمیت	10
7	1.5	اِفتاء میں طریقۂ استدلال	10
8	2	فتویٰ وقضاء کا مرکزی نقطہ ''مَصلحت'' ہے	13
9	2.1	مصلحت کا لغوی مفہوم	13
10	2.2	مصلحت کا اِصطلاحی مفہوم	14
11	2.2.1	مصلحت کا فقہی مفہوم	14
12	.2	مصلحت کا اُصولی مفہوم	14
13	.3	مصلحت کا غایتی مفہوم	14
14	2.3	مصلحت کی بابت آرا	15
15	2.3.1	امام غزالیؒ	15
16	.2	الشوکانی	15
17	.3	البوطی	15

18	4.	الشاطبی	16
19	2.4	مصلحت کا مرکزی نقطہ یسر وسہولت	16
20	2.4.1	سہولت فراہم کرنا منشاءاللہ ہے	16
21	2.	سہولت فراہم کرنا منشاء مصطفیٰ ہے	17
22	3.	سہولت اختیار نہ کرنے پر وعید	19
23	2.5	فتویٰ وقضاء کے بنیادی دلائل اور مظاہر سہولت	20
24	2.5.1	دلائل مطلقہ	20
25	2.	دلائل مقیدہ	20
26	2.6	دلائل مقیدہ کے تحقق کے مظاہر	21
27	2.6.1	ضرورت	21
28	2.	حاجت	21
29	3.	عموم بلوی	21
30	4.	عرف	22
31	5.	تعامل	22
32	6.	دینی مصلحت	23
33	7.	ازالۂ فساد	23
34	3	حالات زمانہ کی تبدیلی کے فتویٰ پر اثرات	24
35	3.1	مصلحی استشہادات	24
36	﴿ب﴾	قضاء کا تعارف	27
37	4	قضا کا معنی	27

38	4.1	لغوی مفہوم	27
39	.2	اصطلاحی مفہوم	27
40	.3	قرآن وحدیث کی روشنی میں اہمیت	27
41	.4	فتویٰ اور شرعی قضاء میں بنیادی فرق؟	28
42	.5	اسلامی قضاء کی اہمیت	29
43	.6	قضا میں وسعت	31
44	4.6.1	علامہ شامی لکھتے ہیں	31
45	.2	مذہب غیر پر فتویٰ وقضا کی صحت	32
46	.3	مصلحت کی بنا پر مذہب غیر پر فتویٰ	33
47	.4	شیخ قہستانی	34
48	.5	شیخ علاؤالدین حنفی، شیخ طحطاوی	34
49	.6	شیخ قہستانی کا امام مالک کے قول کی طرف رجوع	35
50	.7	علامہ شامی کا امام مالک کے قول کی طرف رجوع	35
51	.8	غیر حنفی فقیہہ / قاضی کی طرف رجوع	36
52	.9	شیخ کمال الدین	37
53	4.7	اسلامی قضا میں ''اولی الامر'' اوران کے فیصلوں کی اہمیت	37
54	4.7.1	ابن جریر طبری کے تفصیلی بیان کا خلاصہ	38
55	.2	امام فخرالدین رازی	39
56	.3	امام صاوی مالکی	40

57	.4	ابوبکر حصاص رازی	40
58	4.8	ابن ابی شیبہ کی چند مرویات سے حکمین کے فیصلوں کا ثبوت	40
59	4.9	شیخ امام احمد رضا علیہ الرحمہ	42
60	5	شرعی قضاء میں قرینہ کی اہمیت	44
61	5.1	قرینہ کا مفہوم	44
62	5.1.1	لغوی مفہوم	44
63	.2	اصطلاحی مفہوم	44
64	6	شرعی عدالت کا زوجین میں تفریق کا حکم	45
65	6.1	فسخ نسخ کی صورتوں کا خلاصہ	45
66	.2	عدالت میں غیر حاضر خاوند پر عدالتی طلاق کا حکم	47
67	.3	تفریق زوجین میں عدالتی نظام کے قابل توجہ پہلو	48
68	7	غیر سرکاری عائلی مجلس قضاء کے اِقدامات کا حکم	49
69	7.1	عائلی مجلس قضاء کے اقدامات	50

فتویٰ وقضاء

﴿الف﴾ فتویٰ کا تعارف

1 فتوی کا مفہوم

1.1 لغوی معنی

اَلْـفُتْيَـا وَالْـفَتْـوٰى اَلْجَوَابُ عَمَّا يُشْكَلُ مِنَ الْاَحْكَامِ وَيُقَالُ اِسْتَفْتَيْتُ فَاَفْتَانِيْ بِكَذَا (1)

مشکل احکام کے جواب دینے کو فتیا اور فتوی کہتے ہیں، یوں کہا جا تا ہے میں نے مشکل کا حل طلب کیا تو اس نے مجھے اس طرح جواب دیا۔

ابن منظور لکھتے ہیں

"اَلْـفُتْيَـا تَبْيِيْـنُ الْـمُشْـكِـلِ مِنَ الْاَحْكَامِ اَصْلُهٗ مِنَ الْفَتٰى وَهُوَ الشَّابُّ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ شَبَّ وَقَوِيَ"(2)

مشکل احکام کی توضیح کو فتیا کہا جاتا ہے۔یہ فتٰی سے بنا ہے یعنی وہ جوان جو قوت اور جوانی میں خوب جوبن پر ہو۔دینی مسائل کو مفتی بھی اپنے دلائل سے قوت فراہم کرتا ہے۔(3)

اَلْفَتَاوٰى یا اَلْفَتَاوِى کا واحد "فَتْوٰى" یا "فُتْيَا" بھی آتا ہے۔

(1) راغب اصفہانی ، المفردات ،ص379

(2) ابن منظور ، لسان العرب ،ص148/15

(3) حاجی خلیفہ ، کشف الظنون ،ص1218

1.2 اصطلاحی مفہوم

دینی معلومات رکھنے والا شخص جب کسی مشکل مسئلہ کا حل ظاہر کرتا ہے تو اسے فتویٰ کہا جاتا ہے۔

امام شاطبیؒ رقمطراز کرتے ہیں:

"اَلْمُفْتِی قَائِمٌ فِی الْاُمَّۃِ مَقَامَ النَّبِیِّ ﷺ لِاَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّ دِرْھَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ" (1)

مفتی امت میں نبی ﷺ کے قائم مقام ہے کیوں کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں ،انبیاء کرام نے درہم ودینار کا وارث نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا ہے۔

1.3 قرآن وسنت میں فتویٰ کے مشتقات کا اِستعمال

﴿ و یستفتونك فی النسآء قل اللّٰه یفتیکم فیهن ﴾ (2)

(اے نبی ﷺ) لوگ آپ سے عورتوں کی بابت فتویٰ طلب کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں ان کی بابت (یہ) فتویٰ دیتا ہے۔

﴿یستفتونك قل اللّٰه یفتیکم فی الکللة ﴾(3)

(اے نبی ﷺ) لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں یہ فتویٰ دیتا ہے۔

﴿افتونی فی رؤیای﴾(4)

تم مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔

(1) الشاطبی ، الموافقات ،ص244/4

(2) النسآء 4 :127

(3) النسآء 4 :176

(4) یوسف 1 :43

﴿ فاستفتهم اهم اشد خلقاً ام من خلقنا﴾ (1)

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھیں کہ پیدائش میں کیا وہ زیادہ مضبوط ہیں یا وہ (مخلوق جس کا ہم نے ذکر کیا ہے جیسے آسمان، زمین، فرشتے وغیرہ) جنہیں ہم نے پیدا کیا۔

الاثم ما حاك فی القلب وتردد فی الصدر و ان افتاك الناس وافتوك(2)

گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور دینے میں اُس کی بابت تردد پیدا ہو، خواہ لوگ تمہیں اُس کے جواز کا ہی فتویٰ دیں۔

(عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من افتیٰ بغير علم كان اِثمهٗ علی من افتیٰ) (3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دیتا ہے تو اُس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔

(عن عبداللّٰه ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتیٰ اذ لم يبق عالم اتخذ الناس رؤوسا جهالا فسئلوا فأفتوا بغير العلم فضلّوا واضلّوا)(4)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں رب ذوالجلال اپنے بندوں سے علم زبردستی نہیں چھینے گا بلکہ علماء کی موت کی صورت میں علم کو سلب کرلے گا۔ جب کوئی (مستند، ثقہ) عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ

---

(1) الصافات 11:37

(2) احمد بن حنبل ، مُسند ،ص528/29

(3) ابو داؤد ، سنن ، کتاب العلم ص 515

(4) البخاری ، صحیح ، ص31/1

جاہلوں کو اپنا امیر (خلیفہ، قاضی، مفتی، امام، مرقات ص ۱/۲۷۳) بنالیں گے۔ یہ لوگ اُن جاہلوں سے کوئی سوال کریں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے اِس طرح یہ جاہل خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

1.4 فتویٰ کی اہمیت

حضور ﷺ اپنے دور کے اولین مُفتی تھے، لوگ اپنے مسائل کے حل کیلئے آپ سے رجوع کیا کرتے (1) آپ کے زیر سایہ رہنے والے تمام صحابہ تو مُفتی نہ تھے مگر بعض صحابہ اِفتاء کا کام کیا کرتے تھے۔ درج ذیل چھ صحابہ تو بطورِ خاص اس میدان میں معروف تھے۔ ابن مسعود، عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، زید بن ثابت، اُبی بن کعب اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔ تاہم فتویٰ دینے والے صحابہ کی عمومی تعداد ایک سو تیس سے کچھ زائد بتائی جاتی ہے۔(2)

1.5 اِفتاء میں طریقۂ استدلال

اِفتاء میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ترجیح دی جاتی ہے، اس کے بعد اجماع اُمت اور قیاس کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا تو فیصلہ کرنے میں اِنہی اُصولوں کی تائید فرمائی تھی حضرت معاذ بن جبل سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔

(كيف تقضى ان عرض لك قضاء قال اقضى بكتاب الله قال فان لم تجد فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فى سنة

---

(1) الترمذی، أضواء البيان ص 501/7

(2) ابن قيم، اعلام الموقعين ص 9/1

رسول اللّٰہ ﷺ ولا فی کتاب اللّٰہ قال اجتھد برأیی ولا الو۔ فضرب رسول اللّٰہ ﷺ صدرہٗ فقال الحمد للّٰہ الذی وفّق رسول رسول اللّٰہ لما یرضیٰ رسول اللّٰہ) (1)

جب تیرے پاس فیصلہ کیلئے کوئی جھگڑا آئے تو فیصلہ کیسے کرو گے؟ اُنہوں نے عرض کی اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔حضور ﷺ نے ارشادفرمایا اگر اللہ کی کتاب میں تجھے نہ مل سکے تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کی کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ دوں گا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر مسئلہ کا حل کتاب وسنت سے تمہیں نہ مل سکے تو پھر کیا کرو گے؟ عرض کی کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔اوراس میں کوئی کمی کوتاہی نہ کروں گا۔ حضور ﷺ نے حضرت معاذ ؓ کے سینے پر ہاتھ مارااورفرمایا تمام تعریفیں اللہ جل جلالہٗ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ کے قاصد کواُس چیز کی توفیق دی جس پراللہ کارسول راضی ہے۔

امام شمس الآئمہ سرخسی نے اِفتاء میں طریقۂ استدلال کی وضاحت اِس طرح کی ہے

۱۔ سب سے پہلے لازم ہے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرے۔

۲۔ اوراگراس کے پاس کوئی ایسا معاملہ پیش ہو جو کتاب اللہ میں نہیں مِلا تو رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے فیصلہ کرے۔

۳۔ اوراگر رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں نہیں ملا تو صحابہ کرام کے اِرشادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرے اور قیاس پران ارشادات صحابہ کو

(1) ابو داؤد ، سنن ، ص149/2

مقدم سمجھے۔ کیوں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پالو گے''۔

۴۔ اور اگر صحابہ کرام کے اقوال مختلف ہوں تو پھر عمل کیلئے بذاتہِ اَحسن قول کا انتخاب کرے۔ قاضی کو تمام صحابہ کرام کے اقوال چھوڑ کر اپنی رائے سے نئی راہ نکالنے کی اجازت نہیں ہے۔

۵۔ اور اگر کسی مسئلہ کا حل صحابہ کرام کی مرویات سے نہ ملے تو اپنی رائے کو تحریک دے اور مرویات پر قیاس کرے اور جہاں اُس کی رائے فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو جائے تو اُس رائے کے مطابق وہ فیصلہ کر دے۔ اور اس فیصلہ کی بابت یقین رکھے کہ یہی حق ہے، کیوں کہ قضا کے حوالہ سے یہ شخص (قاضی) اللہ کی جانب سے مقرر ہے اور کسی شخص کو اتنا ہی مکلّف بنایا جاتا ہے کہ جتنی اُس کی طاقت ہوتی ہے۔

۶۔ اور اگر حتمی رائے قائم کرنے میں یہ شخص اُلجھن کا شکار ہو گیا ہو تو پھر فقہاء سے مشاورت کر لے اسی طرح اگر اجتہادی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو پھر بھی فقہاء سے مشورہ کر لے۔

۷۔ اور اگر فقہاء بھی رائے دہی میں مختلف ہو جائیں تو کسی فقیہ کے اَحسن اور حق سے قریب ترین واقع قول کے مطابق فیصلہ کر دے تاہم اپنے ہم عصر علماء کی رائے کے مختلف ہونے پر اگر قاضی یا مفتی اپنی رائے کو بہتر، حق کے قریب ترین سمجھتا ہے تو اپنی رائے کے مطابق فیصلہ دے۔

۸۔ اور اگر یہ شخص رائے دہی میں اتنا مقام بھی نہیں رکھتا کہ کسی حق کے قریب ترین (اَشبہ بالحق) رائے کا انتخاب کر سکے۔ تو پھر جس عالم کو یہ زیادہ فقیہ

اور پرہیز گار جانتا ہے اُس کے فتویٰ کے مطابق فیصلہ کردے یہ بھی اجتہاد کی ایک صورت ہے(1)

2 فتویٰ وقضاء کا مرکزی نقطہ ''مَصلحت'' ہے

شریعت اِسلامیہ مسائل کے حل میں مصلحت کو بنیادی نقطہ قرار دیتی ہے، اِس لئے فتویٰ وقضاء میں بھی مصلحت کو خاص اہمیت دی گئی ہے، مصلحت چونکہ فتویٰ و قضا میں مُشترک امر ہے اس لئے پہلے اس کی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

2.1 مصلحت کا لغوی مفہوم

المصلحة الصلاح والنفع ، وصلح صلاحا وصلوحا زال عنه الفساد و صلح الشئ كان نافعا او مُناسبا و اصلح فى امره اتى بما هو صالح و نافع ۔ واصلح الشئ ازال فسادهٗ و استصلح الشئ تهيّأ للصَّلاح (2)

یعنی مصلحت کا مفہوم صلاح اور نفع ہے (اس لفظ کا استعمال معنوی اشتراک کے ساتھ کئی مواقع پر ہوتا ہے)

ا۔ جب فساد زائل ہوجائے تو کہا جاتا ہے صلح صلاحاً و صلوحاً

۲۔ جب کوئی شئ نافع اور مناسب ہو تو کہا جاتا ہے صلح الشیٔ

۳۔ جب کوئی شخص ایسا کام کرے جو صالح اور نفع بخش ہو تو کہا جاتا ہے صلح الشئ

۴۔ جب کوئی شخص فساد کو زائل کردے تو کہا جاتا ہے، اَصلح الشیٔ

۵۔ جب کوئی شخص فساد کو زائل اور درستی کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو کہا جاتا ہے استصلح لشئ

---

(1) السرخسی ، المبسوط ص84/16

(2) الطبرانی ، المعجم الوسیط 522/1

2.2 مصلحت کا اِصطلاحی مفہوم

مصلحت کا اطلاق تین مفاہیم پر ہوتا ہے اور یہ تین مفاہیم مختلف ہونے کے باوجود جوہری اشتراک کے حامل ہیں۔

2.2.1 مصلحت کا فقہی مفہوم

اَحکامِ تکلیفیہ (جیسے نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ) جو کہ شرعی مصالح اور مقاصد کی تحقیق و تکمیل کا ذریعہ بنتے ہیں اُنہیں مصلحت کہا جاتا ہے۔

2. مصلحت کا اُصولی مفہوم

وہ وصفِ مناسب کہ جس کے ذریعہ مصلحت کا حصول اس طرح متوقع ہو کہ اُس وصفِ مناسب اور اُس پر مُرَتَّبہ مصلحت کے مابین ایک عقلی ربط موجود ہو اُس وصفِ مناسب کو بھی مصلحت کہا جاتا ہے۔

3. مصلحت کا غایتی مفہوم

وہ مسبَّب، بھلائی اور منفعت جو کسی فعل پر بطورِ نتیجہ مُرتب ہو، اُسے مصلحت کہتے ہیں۔
مذکورہ اطلاقات سے معلوم ہوا کہ احکام شریعت، اس کی علّتیں اور نتائج، سراسر مصلحت ہیں، مصلحت کی تعریف میں مقتدر علماء کی رائے۔

2.3 مصلحت کی بابت آرا

2.3.1 امام غزالیؒ

''مصلحت سے ہماری مراد مقاصدِ شریعہ کی حفاظت ہے اور مخلوق کے حوالہ سے مقاصدِ شرع پانچ ہیں ۔ دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت اور ہر وہ شئ جو ان پانچ اُمور کی حفاظت کرے وہ بھی مصلحت کہلاتی ہے، اور ہر وہ چیز جو ان مصالح کے ضائع کرنے کا باعث بنے اُسے مفسدہ کہتے ہیں اور اس مفسدہ کو ختم کرنا مصلحت کہلاتا ہے۔(1)

2. الشوکانی

المراد بالمصلحة المحافظة على مقصود الشرع بدفع المفاسد عن الخلق (2)

مصلحت سے مراد مخلوق سے مفاسد کو دور کر کے مقاصدِ شریعہ کی حفاظت کرتا ہے۔

3. البوطی

المنفعة التی قصدها الشارع الحکیم لعبادہ من حفظ دینهم و نفوسهم و عقولهم و نسلهم واموالهم طبق ترتیب مُعین فیما بینها (3)

(مصلحت سے مراد) وہ منفعت ہے جو شارع حکیم کو اپنے بندوں کے دین، نفوس عقول، نسل اور اموال کی ایک معین ترتیب سے حفاظت کے ذریعہ مقصود ہے۔

---

(1) الغزالی ، المستصفیٰ ص285,286/1

(2) الشوکانی ، إرشاد الفحول ص 242

(3) البوطی ، ضوابط المصلحة فی الشریعة الاسلامیه ص23

4. الشاطبی

مصالح الدين والدنيا مبنية على المحافظة على الامور الخمسة (1)

دین اور دنیا کے مصالح اُمور خمسہ (دین، نفس، نسل، عقل، مال) کی حفاظت پر مبنی ہیں۔

2.4 مصلحت کا مرکزی نقطہ یسر و سہولت

2.4.1 سہولت فراہم کرنا منشاء الٰہ ہے

اِرشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (2)

یعنی اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔

﴿ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ ﴾(3)

یعنی اللہ تمہیں حرج میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ﴾(4)

یعنی اللہ تمہارے لئے تخفیف چاہتا ہے۔

﴿ كَتَبَ اللّٰهُ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ (5)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ پر رحمت لازم کر لی ہے۔

﴿ رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ﴾ (6)

یعنی تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔

---

(1) الشاطبی، الموافقات المجلد الاول ص 13/2

(2) البقرہ، 2:185

(3) المائدہ، 5:6

(4) النساء، 4:28

(5) الانعام، 6:54

(6) الانعام، 6:147

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا ﴾(1)

یعنی اے ہمارے رب تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (2)

یعنی اور ہم نے آپ (محمد ﷺ) کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا

﴿ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾(3)

یعنی یہ کتاب ہدایت، رحمت اور مسلمانوں کیلئے بشارت ہے۔

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (4)

یعنی ہم قرآن سے وہ حکمت ودانائی نازل کرتے ہیں جو مومنین کیلئے شفاء اور رحمت ہے۔

﴿ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ﴾ (5)

یعنی یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف (سہولت) اور رحمت ہے۔

2. سہولت فراہم کرنا منشاء مصطفیٰ ﷺ ہے

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(يسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا) (6)

یعنی دین میں آسانی پیدا کرو سختی پیدا نہ کرو لوگوں کو خوشخبری دو متنفر نہ کرو۔

(انما بعثتم ميسرين و لم تبعثوا معسرين)(7)

یعنی تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

---

(1) المومن ، 7:40

(2) الانبیاء، 107:21

(3) النحل ، 89:16

(4) بنی اسرائیل ، 82:17

(5) البقرہ ، 178:2

(6) البخاری ، الجامع الصحیح، کتاب العلم باب ما کان النبی ﷺ یتخولهم بالموعظة والعلم کی لا ینفروا ، رقم 69، ص 38/1

(7) البخاری ، م-ن، کتاب الوضوء ، باب صب الماء علی البول فی المسجد ، رقم 217، ص 89/1

(اکفلوا من العمل ما تطیقون فان اللہ لایمل حتی تملوا وان احب العمل الی اللہ ادومہ وان قل)(1)

یعنی اے لوگو! ایسے اعمال اختیار کرو جن کی تم طاقت رکھتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے نہیں تھکتا البتہ تم تھک جاتے ہو، سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر آدمی ہمیشہ قائم رہے خواہ وہ تھوڑا ہو

(خیر الامور اوساطہا)(2)

یعنی تمام امور میں سے بہترین وہ ہیں جو اعتدال پر ہوں۔

(کان رسول اللہ ﷺ اذا امرھم امرھم من الاعمال بما یطیقون)(3)

یعنی رسول اللہ ﷺ جب حکم دیتے تو ایسے اعمال کا حکم دیتے جن کی لوگ طاقت رکھتے تھے۔

(ایھا الناس انکم منفرون فمن صلی بالناس فلیخفف فان فیھم المریض والضعیف وذالحاجۃ)(4)

یعنی اے لوگو! (امامو) تم (شدت اختیار کر کے لوگوں کو) دور کرتے ہو۔ تم میں سے جو شخص امامت کرے اسے چاہئے کہ نماز میں تخفیف کرے کیوں کہ مقتدیوں میں بیمار، ضعیف اور حاجتمند بھی ہوتے ہیں۔

---

(1) ابو داؤد، سنن ، کتاب الصلوۃ باب ما یؤمر من القصد فی الصلوۃ ، رقم 1368ص48/2

(2) ابن الاثیر ، جامع الاصول ، ص، 223/1

(3) البخاری ، الجامع الصحیح، کتاب الایمان ،باب قول النبی ﷺ انا اعلمکم باللہ ، رقم 20،ص16/1

(4) البخاری ، الجامع الصحیح، کتاب العلم ،باب الغضب الموعظۃ والتعلیم اذا رای مایکرہ ، رقم 89،ص46/1

3. سہولت اختیار نہ کرنے پر وعید

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(هلك المتنطعون)(1)

یعنی دین میں بے جا شدت اختیار کرنے والے ہلاک ہوگئے۔

(لا صام من صام الابد)(2)

یعنی جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اُس نے گویا کوئی روزہ نہ رکھا۔

(ليس من البر الصيام في السفر)(3)

یعنی سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔

(من يحرم الرفق يحرم الخير)(4)

یعنی جو نرمی سے محروم ہے وہ ہر نیکی سے محروم ہے۔

(من يشاقق يشاقق الله عليه يوم القيامة (5)

یعنی جس نے کسی کو مشقت میں ڈالا اللہ اُسے قیامت کے دن مشقت میں ڈالے گا۔

کشادگی، تخفیف، سہولت، نرمی، مصلحت ان کا اطلاق اسلامی زندگی کے ہر شعبہ کو محیط ہے حالات جیسے بھی ہوں سہولت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اعتقادات، معاملات اور عبادات میں اسلام کا رنگ سہولت و تخفیف نمایاں نظر آتا ہے۔

---

(1) المسلم ،الجامع الصحيح ،كتاب العلم ،باب هلك المتعنتون، رقم 2670، ص 2055/4

(2) البخاری ، الجامع الصحيح، كتاب الصوم، باب الحق الاهل في الصوم، رقم 1876 ، ص 698/2

(3) البخاری ، الجامع الصحيح، كتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ من ظلل عليه واشتد الحر ليس من البر، رقم 912، ص 228/1

(4) ابن ماجه ، سنن ، كتاب الادب ،باب الرفق، رقم 3687، ص 1216/2

(5) البخاری ، الجامع الصحيح ، كتاب الاحكام ،باب من شاق شق الله عليه ،رقم 6733، ص 2615/6

2.5 فتویٰ وقضاء کے بنیادی دلائل اور مظاہر سہولت

شریعت اسلامیہ میں دو طرح کے دلائل پائے جاتے ہیں۔

2.5.1 دلائل مطلقہ

یہ دلائل ہر حالت میں حجت کا درجہ رکھتے ہیں جیسے کتاب اللہ، سنت نبوی ﷺ اور اجماع امت

2. دلائل مقیدہ

یہ دلائل مخصوص اور ہنگامی حالات میں حجت کا درجہ رکھتے ہیں جیسے ضرورت، حاجت، عموم بلوی، عرف، تعامل، دینی مصلحت اور ازالہ فساد۔ یہ دلائل اسلام کی سرمدیت اور آفاقیت کو ہر مقام اور ہر حالت میں برقرار رکھتے ہیں۔ اسلام کے یہ جامع اور لچکدار اصول انسان کو کبھی بھی جمود اور تعطل کا شکار نہیں ہونے دیتے۔ جیسے ہی انسان تنگی اور عسر کا شکار ہونے لگتا ہے تو اسلام کے ہنگامی دلائل انسان کو تھام لیتے ہیں اس طرح شریعت اسلامیہ ہر حال میں قابل عمل قرار پاتی ہے۔ اور انسان اس کی رہنمائی میں اپنا سفر ہمیشہ جاری رکھ سکتا ہے۔

فتویٰ کی ذمہ داری سے سرخرو ہونے کے لیے ضروری ہے کہ دلائل مطلقہ کے ساتھ ساتھ دلائل مقیدہ کو ضرور پیش نظر رکھا جائے تا کہ ہر حالت میں مقاصد شریعہ کی حفاظت ہو سکے۔ عصر حاضر کے ظاہر ہونے والے نئے نئے مسائل کا حل دلائل مقیدہ کے بروقت استعمال سے واضح ہو جاتا ہے۔

2.6 دلائل مقیدہ کے تحقق کے مظاہر

2.6.1 ضرورت

i شدید بھوک پیاس کی حالت میں جسے مخمصہ کہا جاتا ہے، اس حالت میں حلال دستیاب نہ ہونے کی صورت میں حرام کا استعمال کر لینا(1)

ii جان سے مار دینے یا اتلاف عضو کی دھمکی دینے کی حالت جسے اکراہ تام کہا جاتا ہے میں ممنوعہ کام کرنے پر مجبور ہو جانا، یا کسی ضروری کام سے دستبردار ہو جانا۔

iii مرض شدید میں کوئی مریض قیام پر قادر نہ ہو سکے یا بیٹھ کر نماز پڑھنے سے بھی عاجز ہو جائے تو لیٹ کر نماز ادا کرنا۔

iv مجبوری کی حالت میں ایمان پر قائم رہتے ہوئے زبان سے کلمۂ کفر بولنا(2)

2. حاجت

i رشوت لینا اور دینا حرام ہے مگر اپنا حق وصول کرنے کے لیے رشوت دینا۔(3)

ii مسافر، اپاہج، نابینا کو جمعہ سے رخصت دینا

iii بیع سلم و بیع استصناع کا جواز

3. عموم بلوی

i کسی معذور کے بدن سے مسلسل نجاست نکلتی رہتی ہو تو اس معذور کی نماز نجاست کے ساتھ بھی جائز ہے۔

---

(1) المائدہ 3:5

(2) کاسانی ابو بکر بن مسعود ، بدائع الصنائع ص 176/7

(3) الطبرانی ، المعجم الصغیر ص 28/1

ii سڑکوں کے کیچڑ لگے کپڑے کے پاک ہونے کا حکم لگانا

iii گوبر کی راکھ کو پاک قرار دینا(1)

4. عرف

i ایسے کپڑوں میں نماز ادا کرنا کہ جنہیں عرف میں مہذب لوگ معیوب سمجھتے ہوں مکروہ ہے۔ مثلاً الٹے کپڑے پہننا

ii فرضیت حج کے لیے زادِ راہ کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ مگر زادِ راہ کی تعیین و تحدید کو عرف پر چھوڑا گیا ہے۔

iii مسجد شعائر اللہ سے ہے اس کا ادب ضروری ہے لیکن ادب اور بے ادبی کے اعمال کی توضیح بھی عرف پر چھوڑ دی گئی ہے۔ مثلاً مسجد میں جوتوں سمیت جانا بے ادبی شمار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ جوتے صاف ہی ہوں لہٰذا مسجد میں جوتوں سمیت جانے سے پرہیز ضروری قرار دیا جائے گا۔

5. تعامل

i تعامل صرف وہ معتبر ہے جو صدر اول سے پایا جائے یا اس پر تمام لوگوں کا اجماع ہو(2)

ii عرف جب دلیل شرعی کے خلاف ہو اور اس سے نص کا ترک لازم آئے تو ایسا عرف مردود ہوگا۔(3)

iii کثیر پھلوں کے علاقہ میں درختوں سے گرے ہوئے پھل کو کھانا جائز ہے جب کہ یہ معلوم ہو کہ باغ والا ناراض نہ ہوگا۔(4)

---

(1) ابن نجیم، الاشباہ والنظائر ص 97،98

(2) مجدد الف ثانی شیخ احمد سر ہندی ، مکتوبات ، جلد دوم ، مکتوبات 4 5

(3) ابن عابدین ، رسائل ص 114/2

(4) اورنگ زیب عالمگیر ، فتاویٰ عالمگیری ص 2 9/2

6. دینی مصلحت

i کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کے نقائص کا اظہار چغلی ہے جو کہ حرام ہے۔ اگر کوئی ظالم ہو تو عوام کو اس کے ظلم سے آگاہ کرنے کے لیے ظالم کی غیر موجودگی میں اس کے ظلم کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔

ii اگر کوئی شخص کسی مکان میں سکونت اختیار کرنا چاہتا ہے اور اسکے محلّہ کے لوگوں سے پڑوسی کی بابت استفسار کرتا ہے کہ یہ شخص کیسا ہے تو جس شخص سے پوچھا گیا یہ واضح واضح اس کی برائیوں کا اظہار کر دیتا ہے۔ تو یہ چغلی نہ ہوگی کیونکہ مصلحت کا یہی تقاضا ہے۔

7. ازالۂ فساد

i وضو کرتے ہوئے داڑھی میں خلال کرنا سنت ہے لیکن محرم کے لیے مکروہ ہے۔ (1) کیونکہ خلال کرنے سے بال اکھڑنے کا اندیشہ ہے اور محرم کے لیے بال اکھاڑنا ممنوع ہے۔

ii حضور ﷺ کے زمانہ میں عورتیں نماز جمعہ اور عیدین کے نمازوں کے لیے مسجد میں حاضر ہو جاتی تھیں، مگر فساد زمانہ کی بابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مسجد میں حاضر ہونے سے روک دیا۔ مفتیٰ بہ قول کے مطابق آج عورتوں کا مساجد میں جانا مکروہ ہے۔(2)

---

(1) ابن نجیم، الاشباہ والنظائر ص 114،115

(2) حصکفی، در مختار، ص 418/1

iii روزہ رکھنا قرب الٰہی کا باعث ہے لیکن عیدین کے موقع پر روزہ رکھنا حرام ہے۔ کیونکہ ان دنوں میں روزہ رکھنا اللہ جل جلالہ کی ضیافت سے اعراض کرنا ہے، جو کہ فساد ہے لہٰذا اس کا ازالہ ضروری ہے۔

3 حالات وزمانہ کی تبدیلی کے فتویٰ پر اثرات

شریعت اسلامیہ کا اصل ہدف ''مصلحت'' کا حصول ہے۔ حالات وزمانہ کی تبدیلی سے مصالح میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے ایک وقت میں اگر ایک حکم سے مصلحت حاصل ہوتی ہے۔ تو ممکن ہے کہ دوسرے وقت میں مصلحت کے حصول کا راستہ تبدیل ہو جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے بھی اسی روش کو اختیار کئے رکھا اور حالات وزمانہ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ مصلحت کی کھوج لگاتے رہے۔

3.1 مصلحی استشہادات

i سرور کونین ﷺ کے زمانہ پاک میں قرآن مقدس کے اجزاء ترتیب تو پا چکے تھے مگر منتشر تھے۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں یکجا نہ کیا گیا تھا لیکن بدلتے ہوئے حالات حفاظ کرام کے جہان فانی سے رخصت ہونے، خصوصاً جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن صحابہ کرام کی شہادت نے جمع قرآن کے احساس کو شدت بخشی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر تعمیل سے انکار کر دیا۔

" کیف نفعل شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ "(1)

یعنی وہ کام ہم کیسے کر سکتے ہیں جسے خود رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جمع قرآن کا مسلسل تقاضا کرتے رہے۔ بالآخر سیدنا ابوبکر صدیق

(1) محمد بن عبداللہ تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، فضائل القرآن فی جمعہ 183/6

رضی اللہ عنہ جمع قرآن کی تعمیل کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

" فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذالک و رایت فی ذالک الذی رای عمر " (1)

عمر مسلسل مجھ سے تدوین قرآن کا اظہار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور وہی بات مناسب سمجھی جسے عمر مناسب سمجھتے رہے۔

ii قرآن مقدس میں کتابیہ عورت کے ساتھ نکاح کی اجازت دی گئی ہے"

﴿ والمحصنات من الذین اوتو ا الکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن محصنین غیر مصافحین ولا متخذی اخدان ﴾(2)

اور (تمہارے لیے) پاکیزہ مومن عورتیں اور ان (یہود و نصاریٰ) لوگوں کی پاکیزہ عورتیں (بھی حلال ہیں) جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی۔ جب تم انہیں ان کے مہر دو، جب کہ تم ان سے نکاح کرنے والے ہو اور ان سے علانیہ بدکاری کرنے والے نہ ہو اور نہ ہی خفیہ دوست بنا کر بدکاری کرنے والے۔

کتابیہ عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت کے باوجود سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی ممانعت کر دی کیونکہ آپ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں لوگ بدکار عورتوں کے جال میں نہ پھنس جائیں۔(3)

iii قرآن مقدس میں زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف تالیف قلوب (غیر مسلموں کا مالی معاونت کے ذریعہ اسلام کی طرف راغب کرنا) ذکر کیا گیا ہے۔(4)

---

(1) محمد بن عبداللہ تبریزی ، مشکوٰۃ المصابیح ، فضائل القرآن فی جمعہ 183/6

(2) المائدہ 5:5

(3) الجصاص ، احکام القرآن ، باب تزوج الکتابیات ، ص 324/2

(4) التوبہ 60:9

اور حضور نبی کریم ﷺ بھی تالیف قلوب کے لیے زکوٰۃ کی رقم خرچ کیا کرتے تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے اس مصرف کو یہ کہہ کر ختم کردیا کہ" و ان اللّٰــہ قد اغنی الاسلام "(1)

یعنی اللہ تعالیٰ نے (تالیف قلوب کی غرض سے زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے سے) اسلام کو غنی کردیا ہے۔

iv رسول اللہ ﷺ غیر شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑوں اور ایک سال کے لیے جلاوطنی کا حکم دیا کرتے تھے۔ ایک موقع پر جب ربیعہ بن امیہ بن خلف کو شراب پینے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تو بطور سزا کچھ وقت کے لیے انہیں شہر بدر کردیا گیا (تاکہ اصلاح ہو جائے) لیکن وہ رومیوں سے جا ملے اس پر حضرت عمر نے فرمایا "لا اغــرب بـعدهـا احدا "(2)

یعنی اس کے بعد کسی کو بھی شہر بدر نہ کروں گا۔ (آپ نے محسوس کرلیا کہ تغریب الوطنی سے مصلحت کا حصول نہیں ہے)

---

(1) الجصاص ، احکام القرآن ، ص24/2

(2) النسائی ، سنن ، ص319/8 رقم الحدیث 5676

﴿ب﴾ قضاء کا تعارف

4 قضا کا معنی

4.1 لغوی مفہوم

قضاء کا معنی ''حکم'' ہے نیز یہ ادا کرنے اور پہنچانے کے معنی میں بھی ہے۔(1)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

'' قاضی اس شخص کو کہتے ہیں جو معاملات میں فیصلہ کرنے والا اور حکم نافذ کرنے والا ہو''(2)

4.2 اصطلاحی مفہوم

''القضاء قول ملزم یصدر عن ولایة عامة''(3)

جس شخص کو ولایت عامہ حاصل ہو اس کا وہ حکم جو کسی پر کسی چیز کو لازم کردے اس کو قضاء کہتے ہیں۔

4.3 قرآن وحدیث کی روشنی میں اہمیت

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں قضاء کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿واذا حکمت بین الناس ان تحکموا بالعدل﴾(4)

یعنی اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔

---

(1) الجوھری اسماعیل بن حماد ، الصحاح ص 246/6

(2) ابن منظور افریقی جمال الدین محمد بن مکرم ، لسان العرب ص 186/15

(3) ملا نظام الدین ، فتاویٰ عالمگیری ص306/3

(4) النساء4:58

﴿یا داؤد انا جعلناك خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ ﴾ (1)

یعنی اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تو تم لوگوں میں حق اور انصاف کے ساتھ فیصلے کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(لا حسدا الا فی اثنتین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق و رجل اتاہ اللہ الحکمة فھو یقضی بھا ویعلمھا) (2)

یعنی صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اس کو حق کے راستوں میں

خرچ کرتا ہے دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

4.4 فتویٰ اور شرعی قضاء میں بنیادی فرق؟

شریعت اسلامیہ میں فتویٰ اور قضا کے درمیان وضاحت کرتے ہوئے شیخ محمد شلتوت مصری رقمطراز ہیں(3)

یعنی فتویٰ کے ذریعے شرعی حکم کو ظاہر کیا جاتا ہے۔فتویٰ کسی حکم کو لازم اور نافذ نہیں کرتا۔ایک مفتی کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ اس سے اگر کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ اس مسئلہ کی وضاحت کر دے اور وہ مفتی مجتہد بھی ہے تو پھر اپنے نظر و فکر اور

(1) صٓ 26:38

(2) البخاری ، الجامع الصحیح ص 17/1

(3) شیخ محمد شلتوت ، الاسلام عقیدہ و شریعہ، ص 548

اجتہاد کے پیش نظر جواب دے۔اور اگر وہ مجتہد نہیں ہے تو اپنے کسی دوسرے پسندیدہ امام کی رائے کے مطابق فتویٰ جاری کردے۔اس کے باوجود فتویٰ طلب کرنے والے پر مفتی کا فتویٰ لازم نہیں ہوتا۔فتویٰ طلب کرنے والا شخص مفتی سے فتویٰ کی دلیل طلب کرسکتا ہے۔جب کہ قاضی اسلامی ضابطوں کی روشنی میں ثابت شدہ احکام کے مطابق حتمی اور آخری فیصلہ دیتا ہے۔(جس سے روگردانی کی گنجائش نہیں ہوتی اور اعراض وانحراف کرنے والا مستوجب سزا قرار پاتا ہے)۔

4.5 اسلامی قضاء کی اہمیت

امام ابوعبداللہ سرخسی اسلامی قضا کی اہمیت کی بابت رقمطراز ہیں۔

''اللہ جل جلالہ پر ایمان لانے کے بعد حق کے مطابق فیصلہ کرنا اشرف العبادات اور اقوی فرائض میں شامل ہے۔اسی لیے اللہ جل جلالہ نے آدم علیہ السلام کے لیے خلافت کے لقب کا انتخاب فرمایا۔اور اللہ جل جلالہ نے فرمایا ﴿انی جاعل فی الارض خلیفہ﴾ یعنی میں زمین میں اپنا نائب (خلیفہ) بنانے والا ہوں۔اور یہی لقب داؤد علیہ السلام کو بھی دیا گیا چنانچہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ﴿یا داؤد انا جعلناك خلیفۃ فی الارض﴾ یعنی اے داؤد علیہ السلام بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا اور یہی حکم ہر نبی اور رسول کو دیا گیا۔حتی کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کو بھی یہی ذمہ داری تفویض کی گئی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون﴾ بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔جس کے ساتھ انبیاء فیصلہ کرتے ہیں۔نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿و ان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم﴾ اور ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو۔اور ان کی خواہشات کی

پیروی نہ کرو۔اور یہ حکم (حق کے مطابق فیصلہ کرنا) اس لیے دیا گیا ہے۔کیونکہ قضا بالحق میں عدل کا اظہار ہے اور عدل سے ہی زمین و آسمان قائم ہیں اور اس سے ظلم کا ازالہ ہوتا ہے اور یہی ہر ذی شعور کے شعور کا تقاضا بھی ہے۔مظلوم کو ظالم سے عدل، حق کا اس کے مستحق تک پہنچانا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی اسی (قضاء بالحق) کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔اسی مقصد کے لیے انبیاء و مرسلین کی بعثت ہوئی اور یہی خلفائے راشدین کی ذمہ داری قرار پائی ۔ ہمارے اس قول پر وہ حدیث بھی شاہد ہے جس کے ساتھ امام محمد علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کا آغاز کیا یہ وہ حدیث ہے جسے ابو بکر ھذلی نے ابو الملیح سے اور انہوں نے اسامہ ھذلی سے روایت کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھتے ہوئے فرمایا ''اللہ کی حمد و ثناء کے بعد اسلامی قضا قطعی فریضہ اور تواتر سے اپنایا ہوا طریقہ ہے۔(1)

(1) السرخسی ، المبسوط ، کتاب القضاء

4.6 قضا میں وسعت

شریعت اسلامیہ قاضی کو ایسے فیصلے صادر کرنے کی اجازت دیتی ہے جو انسان کی مصلحتوں سے ہم آہنگ ہوں، خواہ قاضی کا فیصلہ ایسا فیصلہ اجتہادی مسائل میں سے کسی ایک اجتہاد کو منتخب کرنے سے ہو، یا اپنے ہی اجتہاد کی بنا پر ہو۔

4.6.1 علامہ شامی لکھتے ہیں

ان الحکم ثلاثۃ انواع منہ مالا یصح اصلا و ان نفذہ الف قاضٍ و ھو ما خالف کتاباً او سنۃ مشھوراً اور اجماعاً ۔۔۔ وہ منہ ما ثبت فیہ الخلاف قبل الحکم و یرتفع بالحکم حتی لو رفع الیٰ قاض آخر لا یراہ امضاہ ۔۔۔ وہ منہ مأثبت الخلاف بعد الحکم ای وقع الخلاف فی صحۃ الحکم بہ فھذا ان رفع الی قاض آخر فان کان لا یراہ ابطلہ و ان کان یراہ امضاہ (1)

قاضی کا حکم تین قسموں پر مشتمل ہے

پہلی قسم وہ ہے جس میں اس کا حکم بالکل درست نہیں ہے، خواہ ہزار قاضی ہی اس حکم کو نافذ کیوں نہ کردیں، یہ وہ حکم ہے جو کتاب اللہ، سنت مشہورہ اور اجماع کے خلاف ہو۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں قاضی کے حکم سے پہلے ہی مجتہدین کا اختلاف ہو اور ایسا حکم جب اس قاضی تک پہنچے تو یہ قاضی اس حکم کو نافذ کردے اگرچہ اس قاضی کے مذہب میں وہ حکم صحیح نہ ہو۔

---

(1) شامی، ابن عابد بن سید محمد امین، رد المحتار ص، 52/3

تیسری قسم وہ ہے جس میں قاضی کے حکم کے بعد اختلاف پیدا ہوا ایسا حکم جب دوسرے قاضی کے پاس پہنچے یہ دوسرا قاضی اسے جائز سمجھتا ہو تو نافذ کر دے اور اگر نا جائز سمجھتا ہو تو اس حکم کو باطل کر دے۔

2. علامہ شامی مذہب غیر پر فتویٰ و قضا کی صحت کی بابت احناف کے موقف کی وضاحت میں مزید لکھتے ہیں:

"لو برهن على الغائب و غلب على ظن القاضى انه حق لا تزوير ولا حيلة فيه فينبغى ان يحكم عليه وله ـــ و كذا للمفتى ان يفتى بجواز ه دفعاً للحرج والضرورات و صيانة للحقوق عن الضياع مع انه مجتهد فيه ذهب اليه الائمة الثلاثة و فيه روايتان عن اصحابنا ـــ و ينبغى ان ينصب على الغائب و كيل يعرف انه يراعى جانب الغائب لا يفرط فى حقه و اقره فى نور العين قلت يؤيد ما ياتى قريباً فى المسخر و كذا ما فى الفتح من باب المفقود لا يجوز القضاء على الغائب الا اذا راى القاضى مصلحة فى الحكم له و عليه فانه ينفذ لانه مجتهد فيه قلت و ظاهره و لو كان القاضى حنفياً ولو فى زماننا ولا ينافى ما مر لا ن تجويز هذا للمصلحة والضرورة (1)

اگر غائب شخص کے خلاف دلیل قائم کر دی گئی اور قاضی کا یہ گمان بھی غالب ہو گیا کہ یہ (کسی شخص کا غائب ہونا) سچ ہے۔ جھوٹ نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حیلہ ہے۔ تو پھر غائب کے خلاف یا اس کے حق میں فیصلہ کر دینا چاہیے، اسی

---

(1) شامی، ابن عابد بن سید محمد امین، رد المحتار ص، 471,470/4

طرح مفتی بھی یہ فتویٰ جاری کر سکتا ہے تاکہ حرج اور نقصانات سے بچا جا سکے اور لوگوں کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچایا جا سکے، مستزاد یہ کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے آئمہ ثلاثہ کا یہی موقف ہے اور ہمارے اصحاب (احناف) سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔ اور مناسب یہ ہے کہ غائب کی طرف سے ایک وکیل کر لیا جائے جس کے بارہ میں یہ معلوم ہو کہ وہ غائب کی رعایت کرے گا اور اس کے حق میں کوتاہی نہیں کرے گا۔ ''نور العین'' میں اس مسئلہ کو برقرار رکھا گیا ہے۔ اور عن قریب ''مسخر'' میں اس کا ذکر ہوگا۔ اس طرح فتح القدیر میں مفقود (لاپتہ شخص) کی بحث میں ہے کہ

''جب قاضی غائب کے خلاف یا اس کے حق میں کوئی مصلحت دیکھے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دے اور اس کا حکم نافذ ہو جائے گا کیونکہ وہ مجتہد فیہ ہے''

میں (ابن عابد بن شامی) کہتا ہوں کہ خواہ قاضی حنفی ہو اور خواہ ہمارے زمانہ میں ہو۔۔۔ اور یہ قاعدہ پہلے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس قاعدہ کو ضرورت اور مصلحت کی بناء پر جائز قرار دیا گیا ہے۔

3. مصلحت کی بنا پر مذہب غیر پر فتویٰ (مثلاً کوئی مفتی / قاضی حنفی ہے مگر امام مالک کی رائے کے مطابق فتویٰ/ قضا جاری کرتا ہے) کی بابت علامہ شامی مزید لکھتے ہیں۔

"یقول القہستانی لو افتی به فی موضع الضرورۃ لا بأس به علی ما اظن ۔۔۔ وقال الذاھدی کان اصحابنا یفتون به للضرورۃ واعترضه فی النھر بانه لا داعی الی الافتاء بمذھب الغیر لا مکان الترافع الی مالکی یحکم بمذھبه وعلی ذالك ذھب ابن وھبان فی منظومته ھنالك لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورۃ

حیث لم یوجد مالکی یحکم به" (1)

" شیخ قہستانی کے کہنے کے مطابق ضرورت کی بنا پر اگر امام مالک کے قول کے مطابق فتویٰ دیا تو یہ جائز ہوگا۔ "فقیہہ زاھدی" نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب بوقت ضرورت امام مالک کے قول پر فتویٰ جاری کرتے ہیں۔۔۔اس پر "نہر" میں یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ کسی مالکی المذہب مفتی سے فتویٰ لیا جائے، اپنے مذہب کے مطابق فتویٰ دے۔ ابن وہبان نے بھی اس طریق کو اختیار کیا ہے۔ (علامہ شامی لکھتے ہیں) لیکن ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے کا جواز ضرورت کی بنا پر ہے اور جہاں مالکی عالم موجود نہ ہو وہاں ضرورت محسوس ہوگی (کہ حنفی عالم سے مالکی مذہب کے مطابق فتویٰ لیا جائے)

4. شیخ قہستانی لکھتے ہیں۔

" قال مالك و الا وزاعی الیٰ اربع سنین فینکح عرسه بعدها کما فی النظم فلو افتی به فی موضع الضرورة یتبغی ان لا بأس به علی ما اظن " (2)

امام مالک اور اوزاعی نے کہا کہ مفقود کی عورت چار سال تک انتظار کرے پھر اس کے بعد اس عورت کا (جدید) نکاح کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ نظم میں ہے۔ پس ضرورت کی وجہ سے اگر اس قول پر فتویٰ و قضا کو جاری کر دیا گیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

5. شیخ علاؤالدین حنفی (3) شیخ طحاوی (4) نے بھی ضرورت کے وقت امام مالک

---

(1) شامی، ابن عابد بن سید محمد امین، رد المحتار ص456/3

(2) قہستانی حنفی، جامع الرموز، ص 469/3

(3) علاؤ الدین، الدار المنتقیٰ علی 34 متقی لابحر ص 714,713/1

(4) طحاوی، احمد بن محمد، حاشیہ طحاوی علی الدر المختار، ص509/2

کے قول کے مطابق فتویٰ کو جائز قرار دیا ہے۔

6. شیخ قہستانی، امام مالک کے قول کی طرف رجوع پر تبصرہ کرتے لکھتے ہیں

" لانہ کالتلمیذ لابی حنیفۃ ولذا مال اصحابنا الی بعض اقوالہ ضرورۃ کما فی دیباجۃ المصفی " (1)

کیونکہ امام مالک، امام ابوحنیفہ کے شاگرد کی جگہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اصحاب ضرورت کے وقت امام مالک کے قول کی طرف رجوع کرتے ہیں جیسا کہ مصفیٰ کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

7. علامہ شامی، شیخ قہستانی کے حوالہ سے بوقت ضرورت امام مالک کے قول کی طرف رجوع کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں

" و فی حاشیۃ الفتال و ذکر الفقیہ ابو اللیث فی تاسیس النظائر انہ اذا لم یوجد فی مذهب الامام قول فی مسئلۃٍ یرجع الی مذهب مالک لانہ اقرب المذاهب الیہ (2)

حاشیہ الفتال میں لکھا ہے کہ فقیہہ ابواللیث ثمر قندی نے تاسیس النظائر میں ذکر کیا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا قول نہ ملے تو امام مالک کے مذہب کی طرف رجوع کیا جائے، کیونکہ وہ باقی مذاہب کی بہ نسبت امام اعظم کے زیادہ قریب ہیں۔

---

(1) قہستانی حنفی، جامع الرموز، ص 236/2

(2) شامی، ابن عابد بن سید محمد امین، رد المختار، ص740/2

8. احناف کے ہاں ضرورت کے وقت غیر حنفی فقیہ / قاضی کی طرف رجوع کرنے کے مسئلہ نے فتاویٰ وقضا میں نہایت ہی وسعت پیدا کی ہے۔علامہ کاسانی نے اس کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

" فاما اذا کان من اهل الاجتهاد ینبغی ان یصح قضاء ه فی الحکم بالاجماع ولا یکون لقاض آخر ان یبطله لانه لا یصدق علی النسیان بل یحمل علی انه اجتهد ، فادی اجتهاده الی مذهب خصمه فقضیٰ به فیکون قضاء ه باجتهاده فیصح فی حادثة و هی محل الاجتهاد برایه ـــ لا تفاق بما یودی الیه اجتهاد فکان هذا متفقاً علی صحته "(1)

جب قاضی مجتہد ہو اور وہ اپنے امام کے علاوہ کسی اور امام کے مذہب کے مطابق کسی مقدمہ میں فیصلہ کر دے تو اس کا یہ فیصلہ بالاجماع درست ہو گا۔ اور دوسرے قاضی کو اس فیصلہ کے مسترد کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے بھول کر یہ فیصلہ دیا ہے۔ بلکہ اس کا فیصلہ اجتہاد پر محمول کیا جائے گا۔ اور (کہا جائے گا کہ) اس کا اجتہاد دوسرے امام کے مذہب کے مطابق ہو گیا اور اس نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا۔ کیونکہ مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ قاضی اجتہاد کی جگہ اپنے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس فیصلہ کی صحت پر اتفاق ہے۔

---

(1) کاسانی علاء الدین ابو بکر بن مسعود ، بدائع الصنائع ، ص 5/7

9. شیخ کمال الدین لکھتے ہیں

" اذا رای القاضی المصلحۃ فی الحکم للغائب و علیہ فحکمہ ینفذ لانہ مجتہد فیہ " (1)

جب قاضی محسوس کرے کہ غائب کے حق میں یا خلاف فیصلہ کرنے میں مصلحت ہے تو اس کے مطابق فیصلہ کردے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔

4.7 اسلامی قضا میں ''اولی الامر'' اور ان کے فیصلوں کی اہمیت

اللہ جل جلالہ نے اپنے بندوں کو فتویٰ و قضا میں چار بنیادی مراجع عطا فرمائے ہیں، درج ذیل آیت میں انہیں بیان کر دیا گیا ہے۔

﴿یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعو الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذالك خیر و احسن تاویلا﴾ (2)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔ بشرطیکہ تم اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔

اس آیت میں اللہ جل جلالہ نے ''اطیعوا'' کو اللہ اور الرسول کے ساتھ الگ الگ دو مرتبہ ذکر کیا ہے۔ جب کہ اولی الامر کے ساتھ اطیعوا کو الگ ذکر نہیں کیا، یہ

(1) ابن ہمام، کمال الدین، فتح القدیر، ص369,368/5

(2) النساء 59:4

اندازِ بیان ایک لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت مستقل ہے اور رسول اللہ کی اطاعت بھی مستقل ہے۔ جب کہ اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں ہے۔ اولی الامر کی اطاعت اس وقت لازم ہوگی جب تک قرآن وسنت کی تائید اس میں شامل ہوگی جب قرآن وسنت کی تائید اس میں شامل نہ ہوگی تو پھر اولی الامر کی اطاعت بھی لازم نہ ہوگی۔ اجماع اور قیاس کا محور کتاب وسنت ہی ہے جیسا کہ آیت مذکورہ میں تنازع کی صورت میں معاملات کو اللہ اور رسول کی جانب لے جانے کا حکم ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کو مستقل اور اجماع وقیاس (جو کہ اولی الامر کے حوالہ سے سامنے آتے ہیں) کو بالتبع ذکر کر دیا گیا ہے جو کہ اولی الامر کا خاص وظیفہ ہے۔

4.7.1 ابن جریر طبری کے تفصیلی بیان کا خلاصہ

حضرت ابو ہریرہ نے کہا ''اولی الامر منکم'' سے مراد امراء اور حکام ہیں، ابن وہب نے کہا اس سے مراد سلاطین ہیں، مجاہد نے کہا اس سے مراد اصحاب فقہ ہیں، ایک روایت کے مطابق صحابہ کرام ہیں، ابن عباس نے کہا اس سے مراد اہل دین اور اہل فقہ ہیں، یعنی دین دار علماء، عطاء بن سائب نے کہا اس سے مراد صاحبان علم اور اصحاب فقہ ہیں، حسن بصری نے کہا اس سے مراد علماء ہیں، ابن جریر کے مطابق اولیٰ یہ ہے کہ ''اولی الامر'' سے مراد آئمہ اور حکام ہیں۔(1)

(1) طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان 502/8

2. امام فخر الدین رازی رقمطراز ہیں

"اولی الامر منکم" کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔

ا۔خلفائے راشدین

۲۔عہدِ رسالت کے لشکروں کے حاکم

۳۔وہ علماء حق جو احکام شرعیہ کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں یہ قول ابن عباس حسن بصری اور مجاہد سے مروی ہے اور روافض سے مروی ہے کہ اس سے مراد آئمہ معصومین ہیں (1)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿و ما كان لمؤمن و لا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم و من يعص الله و رسوله فقد ضل ضلالا مبيناً﴾(2)

اور جب اللہ اور اس کا رسول (کسی مومن مرد یا عورت کے بارے میں) کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو نہ کسی مومن مرد اور نہ کسی مومنہ عورت کا یہ حق ہے کہ ان کے لیے اپنی اس فیصلہ شدہ بات سے متعلق کوئی اختیار ہو اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بے شک وہ کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔

غرض یہ کہ جب تک "اولی الامر" کی رائے قرآن وسنت کے مطابق ہوگی تو واجب العمل ہوگی ورنہ تعمیل کے لائق نہ ہوگی۔

---

(1) رازی فخر الدین ، تفسیر کبیر ، ص243/4

(2) الاحزاب 36:33

3. امام صاوی مالکی لکھتے ہیں

اگر کوئی اسلامی حکمران نہ ہوتو نیک مسلمانوں کی جماعت حاکم کے قائم مقام ہوگی اور جس معاملہ میں بھی نیک دل اور عامل حاکم تک پہنچنا متعذر اور مشکل ہوتو جماعت مسلمہ کا ایک نیک شخص (جوقرآن وسنت کے مطابق فیصلہ دیتا ہو) کفایت کر جائے گا۔(1)

4. ابوبکر حصاص رازی لکھتے ہیں۔

" الا ترى ان اهل بلد لا سلطان عليهم لو اجتمعوا على الرضا قبولية رجل عدل منهم القضاء حتى يكونوا اعوانا له على من امتنع من قبول احكامه لكان قضاء ه نافذاً و ان لم يكن له ولاية من جهة امام ولا سلطان " (2)

کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ جن شہریوں کا کوئی سلطان / حاکم نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ باہمی رضا مندی سے کسی عادل شخص کو منصب قضا پر فائز کرنے کے لیے متفق ہو جائیں اور اس کے فیصلوں پر عمل درآمد کرانے کے لیے اس کے معاون ہو جائیں اور احکام نہ ماننے والوں کی مخالفت کا عہد کر لیں تو اس شخص کی قضا نافذ العمل ہوجائے گی۔ اگرچہ کسی حاکم یا امام نے اسے قلمدانِ عدالت نہ ہی سونپا ہو۔

4.8 ابن ابی شیبہ کی چند مرویات سے حکمین کے فیصلوں کا ثبوت

(عن عبيدة السلماني شهدت على ابن ابى طالب و جاء ته امر ء ة و زوجها مع كل واحد منهما فأم من الناس فاخرج هؤلاء حكما من

(1) صاوی احمد بن محمد مالکی ، تفسیر صاوی ، ص225/2

(2) i الجصاص، احکام القرآن ، مدخل ، ص1/86

ii الجصاص ، احکام القرآن ، البقرہ 2 :124، ص1/87

الناس و ھٰؤلاء حكما فقال علی للحكمين اتدريان ما عليكما ان رائيتما ان تفرقا فرقتما و ان رائيتما ان تجمعا جمعتما فقال الزوج : اما الفرقة فلا فقال علی كذبت والله لا تبرح حتی ترضیٰ بكتاب الله لك وعليك فقالت المر ء ة رضيت بكتاب الله لی و علی) (1)

عبیدہ سلمانی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی ابن ابی طالب کے پاس حاضر تھا کہ ایک عورت اور اس کا خاوند آیا اور ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت تھی ۔ایک فریق نے اپنا حکم مقرر کیا اور دوسرے فریق نے بھی اپنا حکم (منصف) مقرر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں فیصلہ کن شخصیات نے کہا اگر تمہاری رائے میں ان کی علیحدگی درست ہو تو انہیں علیحدہ کر دینا اور اگر تمہاری رائے میں ان کا ساتھ رہنا درست ہو تو انہیں اکٹھا رہنے کا حکم دینا۔ خاوند نے کہا کہ علیحدگی کا فیصلہ مت کرنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ کی قسم !تم اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک کہ کتاب اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو جاؤ، خواہ وہ فیصلہ تمہارے حق میں ہو یا خلاف ،عورت نے کہا میں کتاب اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوں، خواہ میرے حق میں ہو یا خلاف۔

(عن ابن عباس رضی الله عنه قال بعثت انا و معاوية حكمين فقيل لنا ان رائيتما ان تجمعا جمعتما و ان رائيتما ان تفرقا فرقتما قال معمر و بلغنی ان الذی بعثهما عثمان) (2)

---

(1) ابن ابی شیبہ ابو بکر عبداللہ ، المصنف ، ص 512/6

(2) ابن ابی شیبہ ، المصنف ، ص 512/6

حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ مجھے اور معاویہ کو حکم (فیصلہ کرنے والا) بنا کر بھیجا گیا اور ہمیں یہ ہدایت دی گئی کہ اگر تمہارے رائے میں انہیں اکٹھا رکھنا درست ہو تو انہیں اکٹھا کر دینا اور اگر تمہاری رائے میں ان کی تفریق مناسب ہو تو ان میں تفریق کر دینا۔۔۔ معمر کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ ان کے بھیجنے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

"عن الشعبی قال ان شاء الحکماء فرقا و ان شاء ااجمعا"(1)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ دونوں حکم اگر چاہیں تو تفریق کر دیں اور اگر چاہیں تو جمع کر دیں۔

"عن ابی سلمۃ ان شاء الحکمان ان یفرقا فرقا و ان شاء ان یجمعا جمعا" (2)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دونوں حکم تفریق کرنا چاہیں تو تفریق کر دیں اور اگر جمع کرنا چاہیں تو جمع کر دیں۔

4.9 شیخ امام احمد رضا علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

(شرعی قاضی کی غیر موجودگی میں الشیخ امام احمد رضا خان بریلوی کی تفصلی بحث کے چند اقتباسات)

"وہاں جو سنی فقیہ عالم تمام اہل شہر سے فقہ میں زائد ہو اس قسم کے خاص دینی کاموں میں اس کی طرف رجوع لازم ہے۔۔۔۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو چارۂ کار یہ ہے کہ زن و شوہر اس معاملہ کو پنچایت پر رکھیں۔ مسلمان پنچ بعد ثبوت بمواجہ

(1.2) ابن ابی شیبہ، المصنف، ص 512/6

شوہر تفریق کر دے نکاح فسخ ہو جائے گا۔ جہاں قاضی شرع نہ ہو تو وہاں جو سچا عالم دین تمام شہر میں اسلامی فقہ کا اَعلم (زیادہ علم والا) ہو ایسے امور میں شرعی حاکم ہے"(1)

" اقول و قد نص علمائنا ان تقليد الغير يجوز فی مواقع الضرورة فقد قال الله تعالیٰ عزو جل ما جعل عليكم فی الدين من حرج و فی رد المحتار و غير ها من الاسفار والله يحب التيسر ولا يرضی بالظلم ولا ضرر و لا ضرار فی الاسلام (2)

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء احناف نے وضاحت کر دی ہے کہ ضرورت کے مواقع پر مذہب غیر کی تقلید بھی جائز ہے۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد بھی ہے۔ کہ اس نے تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسانی کو پسند کرتا ہے اور وہ ظلم (سختی) پر راضی نہیں ہوتا۔ اسلام میں نہ تو یہ جائز ہے کہ خود نقصان میں مبتلا ہو جائے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ دوسروں کو نقصان میں مبتلا کر دے۔

---

(1) الشیخ امام احمد رضا خانؒ، فتاویٰ رضویہ، ص 219,498/5

(2) الشیخ امام احمد رضا خانؒ، فتاویٰ رضویہ، ص 296/5

5 شرعی قضاء میں قرینہ کی اہمیت

شرعی قضا میں جہاں اقرار و گواہی کو اہمیت دی جاتی ہے کہ وہاں اثبات شرعی کے لیے قرینہ کو بھی خاص مقام حاصل ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ قرینہ کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

5.1 قرینہ کا مفہوم

5.1.1 لغوی

القرینة فی اللغة فعیلة بمعنی الفاعلة ماخوذ من المقارنة "(1)

لغت عرب میں لفظ قرینہ فعلیۃ کے وزن پر اسم فاعل کے معنی میں مقارنہ سے بنا ہے۔(جس کا مفہوم ہے ملانے والا)

2. اصطلاحی: امر یشیر الی المطلوب (2)

اصطلاح میں قرینہ اس امر کو کہتے ہیں کہ جو مطلوب کی نشاندہی کرے۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ میں قرینہ کی تعریف

"احد اسباب الحکم القرینة القاطعة ایضاً القرینة القاطعة هی الامارة البالغة حد الیقین مثلاً اذا خرج احد من دار خالیة خائفاً مدهوشاً وفی یده سکین مملوئه بالدم فدخوله فی الدار و رأی فیها شخص مذبوح فی ذالك الوقت فلا یشتبه فی کونه قاتل ذالك الشخص ولا یلتفت الی احتمالات الوهمیه کأن یکون الشخص المذکور قتل نفسه " (3)

(1,2) الجرجانی ، سید شریف علی بن محمد ، التعریفات ، ص75

(3) مجله الاحکام العدلیه ، ماده ، 1740/4

احکام شرعیہ کے اسباب میں سے ایک سبب قرینۂ قاطعہ بھی ہوتا ہے۔قرینۂ قاطعہ ایسی علامت جو یقین کی حد تک پہنچا دے۔مثلاً ایک شخص خالی مکان سے خائف ومدہوش باہر نکلا اوراس کے ہاتھ میں خون آلود چھری بھی ہے۔جب اس مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا گیا کہ ایک شخص کو ابھی ابھی قتل کیا گیا ہے۔اس شخص (گھر سے خون آلود چھری لے کر نکلنے والے) کے قاتل ہونے کی بابت کوئی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ایسی حالت میں وہمی احتمالات کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے گی۔کہ شاید اس مقتول نے خودکشی کی ہو۔

6 شرعی عدالت کا زوجین میں تفریق کا حکم

شریعت اسلامیہ زوجین سے تقاضا کرتی ہے کہ ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنایا جائے ،مگر ازدواجی زندگی کو جب قائم رکھنا ممکن نہ ہو تو خوش اسلوبی سے الگ تھلگ ہونے کا حکم بھی باقی رکھا گیا ہے۔یہ تخلیہ کبھی تو خاوند کی طرف سے طلاق دینے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے،کبھی حَکَمَین (جانبین کے فیصلہ کرنے والے نمائندے) کے فیصلہ کے باعث سامنے آتا ہے کبھی خلع اور کبھی عدالتی تنسیخ کے بہ سبب عیاں ہوتا ہے۔

عنوان کی مناسبت سے عدالتی تفریق کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔

6.1 ’’ضرورت کی بنیاد پر دوسرے آئمہ کے مذہب پر فسخ نکاح کی صورتوں کا خلاصہ‘‘

عظیم محقق علامہ غلام رسول سعیدی دام ظلہ تفصیلی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں (1)

(1) علامہ غلام رسول سعیدی ، شرح صحیح مسلم ، ص 1118/3

6.1.1 اگر کوئی شخص افلاس کی بناء پر بیوی کو نفقہ نہیں دے رہا اور اس کو طلاق بھی نہیں دیتا تو امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے اور قاضی تفریق کر سکتا ہے۔

2. اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا تو وہ قاضی کے ہاں مقدمہ کرے اور قاضی اس کے مفقود الخبر ہونے کا اطمینان کرنے کے بعد اسے چار سال انتظار کا حکم دے پھر عدت وفات کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے۔ امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے، اسی پر فقہاء شافعیہ کا فتویٰ ہے۔

3. اگر شوہر مفقود الخبر ہو اور عورت کے گزارے کے لیے بالکل خرچ نہ ہو تو عورت کے مطالبہ پر امام مالک کے نزدیک قاضی فی الفور تفریق کر دے گا۔ امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔

4. اگر شادی کے بعد خاوند کسی طویل المیعاد بیماری میں مبتلا ہو گیا اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں تو عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور تفریق کر دے گا۔ یہ بھی امام مالک کا مذہب ہے۔

5. اگر خاوند کو لمبی مدت کے لیے سزا ہو گئی اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں ہے تب بھی امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور طلاق نافذ کر دے گا۔

6. خاوند غائب ہو اس کا پتہ معلوم ہو اور اس سے ڈاک کا رابطہ بھی ہو اور وہ خوشحال بھی ہو لیکن تنگ کرنے کے لیے عورت کا خرچ نہ دے اور نہ اس کو طلاق دے، تو امام مالک اور امام احمد کے نزدیک قاضی اس کو طلاق دے سکتا ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی ایک قول ہے۔

7. خاوند حاضر اور موجود ہو اور وہ مالدار بھی ہو لیکن عورت کو نفقہ دیتا ہو نہ طلاق دیتا ہو تو امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبے پر قاضی طلاق نافذ کر دے گا۔

8. عورت یہ بات ثابت کر دے کہ خاوند اس پر ظلم کرتا ہے مثلاً بلا وجہ مار پیٹ یا گالم گلوچ کرتا ہے تو عورت کے مطالبہ پر امام مالک کے مذہب میں قاضی تفریق کر سکتا ہے۔

9. ناچاقی کی صورت میں جب صلح کا امکان نہ رہے تو امام مالک کے نزدیک دو حکم مقرر کیے جائیں اور وہ اپنی صوابدید سے زوجین میں تفریق کر سکتے ہیں۔

10. مفقود الخبر اگر جنگی صفوں کے درمیان سے غائب ہوا ہے تو امام مالک کے نزدیک حاکم اس کو ایک سال بعد نکاح کی اجازت دے دے گا اس میں عدت وفات نہیں ہے۔

6.2 عدالت میں غیر حاضر خاوند پر عدالتی طلاق کا حکم

احناف کے علاوہ دیگر آئمہ ثلاثہ کے نزدیک غائب شخص کی بابت عدالت فیصلہ صادر کر سکتی ہے لہٰذا ان تین آئمہ کے نزدیک عدالت میں حاضر نہ ہونے والے شوہر کی بابت فیصلہ نافذ العمل ہوگا، جبکہ احناف کا نظریہ ہے کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر عمل جائز ہے۔ ذکر کردہ زیادتیوں اور محرومیوں کے پیش نظر اگر کوئی عورت عدالت میں پہنچ جاتی ہے مگر خاوند غیر حاضر ہے اور عدالت فسخ نکاح کا فیصلہ دے دیتی ہے تو احناف کے نزدیک بھی یہ طلاق بائنہ قرار پا جائے گی۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں

"اذا رای القاضی المصلحۃ فی الحکم للغائب او علیہ فحکمہ ینفذ لا نہ مجتہد فیہ "(1)

جب قاضی غائب کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ کرنے میں مصلحت دیکھے اور اس کے مطابق فیصلہ کردے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔

6.3 تفریقِ زوجین میں عدالتی نظام کے قابلِ توجہ پہلو

اسلام عدالتی نظام کو مستحکم دیکھنا چاہتا ہے، عصر حاضر میں بھی عدالتی فیصلوں کا احترام اگرچہ ضروری ہے مگر زوجین کے درمیان تفریق کا حکم جاری کرنے میں جو معروف لائق توجہ عدالتی پہلو ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں۔

6.3.1 خلع / تفریق کے مقدمات کی سماعت کے لیے دردِ دل رکھنے والے مسلمان جج کا انتخاب عمل میں لایا جائے جو شرعی نزاکتوں کو سمجھتا ہو

2. اولاً حکمین (دونوں جانب سے فیصلہ کرنے والے افراد) کا انتخاب عمل میں لایا جائے۔ وہ بے بس ہو جائیں تو عدالت حتمی فیصلہ کے لیے اقدام کرلے۔

3. شوہر کی حاضری کو عدالت میں یقینی بنایا جائے۔ یہ یقین ہو جانے کے بعد کہ خاوند جان بوجھ کر حاضر عدالت نہیں ہو رہا، راست اقدام اختیار کرلیا جائے۔

4. وکیل، عورت کی جائز وکالت کرے، فسخ نکاح کرانے کے لیے مرد پر ناجائز الزامات نہ لگائے۔ (جیسے مرد نان ونفقہ نہیں دیتا، زدوکوب کرتا ہے، نفسیاتی عذاب دیتا ہے، کامل تسکین فراہم نہیں کرسکتا۔۔۔۔)

(1) ابن همام، فتح القدير، ص369/5

5. تقریباً عدالتی مزاج بن چکا ہے کہ خلع وتفریق کے لیے عورت کے موقف ہی کو ترجیح دینا ہے، خواہ مرد حق بہ جانب ہو، عدالت کو چاہیے کہ اگر مرد (شوہر) کا موقف درست ہو تو تنسیخ نکاح سے اجتناب کرے۔

6. عدالت فیصلہ تنسیخ کرنے سے پہلے شوہر اور بیوی کو تخلیہ فراہم کرے تاکہ آخری کوشش ثمر آور ہو سکے۔ یہ اس لیے چاہیے کیوں کہ ہمارے معاشرہ میں بعض اوقات بچیوں کے والدین دباؤ ڈال کر بچیوں کے آزادانہ فیصلوں پر اثر انداز ہو جاتے ہیں۔

7 غیر سرکاری عائلی مجلسِ قضاء کے اِقدامات کا حکم؟

حاکم یا حاکم کے نمائندۂ شرعی قاضی کی غیر موجودگی میں نیک مسلمانوں کی جماعت حاکم اور قاضی کے قائم مقام ہوتی ہے، جماعت المسلمین کا فیصلہ خلع اور تنسیخ وتفریق میں حتمی اور آخری قرار پائے گا۔ عصرِ حاضر میں جن ممالک میں حاکم تک رسائی ممکن نہیں یا شرعی قاضی موجود نہیں تو اُن ممالک میں نیک دل مسلمانوں کے فیصلے قاضی کے فیصلوں کے قائم مقام ہوں گے ان پر عمل کرنا ضروری ہوگا ورنہ اہل اسلام ''حرج'' کا شکار ہو جائیں گے۔

ابو بکر جصاص رازی لکھتے ہیں۔

''الا ترى ان اهل بلد لا سلطان عليهم لو اجتمعوا على الرضا بتولية رجل عدل منهم القضاء حتى يكونوا اعواناً له على من امتنع من قبول احكامه لكان قضاؤه نافذاً و ان لم يكن له وِلاية من جهة امام ولا سلطان'' (1)

---

(1) ابو بکر جصاص رازی ، احکام القرآن ، ص 86/1

کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ جن شہر والوں کا کوئی حاکم نہ ہو اور وہ باہمی رضا مندی سے کسی عادل شخص کو اپنا فیصل بنانے پر متفق ہو جائیں اور اُس کے فیصلے نہ ماننے والوں کے خلاف فیصلوں پر عمل درآمد کرانے کے لیے اُس کے معاون بن جائیں تو اس کی قضاء نافذ ہو جائے گی۔ اگرچہ کسی حاکم و سربراہ کی طرف سے اُسے تصرف کا حق نہ بھی دیا گیا ہو۔

7.1 عائلی مجلس قضاء کے اقدامات بتدریج حسب ذیل ہونے چاہئیں

7.1.1 مسلمان عورت کی طرف سے خلع، تنسیخِ نکاح یا حصول طلاق کے لیے دائر درخواست کو عورت کے بیان حلفی (کہ میں نے خاوند پر جو الزامات ظاہر کیے ہیں وہ درست ہیں) کے ساتھ اندراج کر لیا جائے۔

2. عورت کی طرف سے مرد کے خلاف اِلزامات سے آگاہ کرنے کے لیے مرد کے صحیح پتہ پر خط اِرسال کیا جائے اور رجسٹری مکتوب ملنے کے بعد چند معدود دنوں میں مرد کو بذاتِ خود یا بذریعہ وکیل عائلی مجلس قضاء کے ساتھ رابطہ کا پابند کیا جائے۔

3. جوابی خط مل جانے کے بعد عائلی مجلس قضاء صلح کی کوششیں شروع کر دے۔

4. سنگین حالات میں جانبین سے ایک ایک معتبر صالح مزاج نمائندہ (حَکَم) کا انتخاب کر کے صلح کی کوششیں شروع کر دی جائیں۔

5. دو صالح نمائندوں (حَکَمین) کی کوششوں کے ناکام ہونے کی صورت میں عورت کی جانب سے خلع کی پیشکش کرائی جائے۔

6. اگر خاوند خلع پر آمادہ نہ ہو یا خاوند کا مالی مطالبہ عورت کی استطاعت سے زیادہ ہو اور عائلی مجلس قضاء کے ارکان خاوند کی دھونس، جبر و استبداد اور ظلم و ستم کی طرف میلان کا ادراک کر لیں تو ''اُولی الامر'' ہونے کے ناطہ سے تنسیخِ نکاح کا فیصلہ صادر کر دیں۔

7. عائلی مجلس قضاء کا فیصلہ تنسیخِ نکاح طلاق بائن قرار پائے گی۔
8. خاونداور بیوی اگر پھر سے ازدواجی زندگی گزارنے پر مطمئن ہو جائیں تو نئے حق مہر کے ساتھ نئے نکاح کا انعقاد کریں گے۔
9. جانبین کے مطمئن نہ ہونے کی صورت میں عدت گزر جانے کے بعد عورت عقدِ ثانی کی مجاز قرار پائے گی۔
10. عائلی مجلس قضاء کی طرف سے اطلاع پالینے کے باوجود اگر خاوند مجلس سے رابطہ قائم نہ کرے، مسلسل غیر حاضر رہے تو مجلس، خاوند کی غیر موجودگی میں مصلحت کے پیشِ نظر صائب الرائے اصحاب کی موجودگی میں فیصلہ صادر کرسکتی ہے جو کہ نافذ العمل قرار پائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆